Majallah-yi Talim o Tahqiq
مجلہ تعلیم و تحقیق
Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan
مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان
ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363
Issue 1,Vol 7,January- March,2025
شمارہ ۱، جلد ۷، جنوری—مارچ، ۲۰۲۵

ریاست کے شہریوں کے معاشی تحفظ کے لیے جامع اسلامی خاکہ

An Inclusive Islamic Scheme for the Economic Security of Citizens

Dr. Asad Ullah[1]

Abstract:

Economic security entails ensuring that the essential needs of every citizen in an Islamic State are met, with a guarantee that in times of need, support will be provided by both the community and the state. This concept is vital among fundamental rights. Islam presents a distinct framework that, if implemented effectively, can prevent any citizen from suffering due to a lack of life's necessities. To achieve this basic right, Islam outlines several key steps: first, individuals are encouraged to seek self-sufficiency and are discouraged from becoming a burden on others; second, the responsibility of support is placed on close relatives; third, a system of collective assistance through Zakat is established, followed by voluntary charity and the use of public funds. This study aims to explore these steps in detail, specifically focusing on the resources that can be leveraged to ensure economic security for all citizens.

Keywords: Economic Security, Islamic Scheme, Zakat, Nafaqa, Islamic State.

[1] Assistant Professor, Department of Shariah, Faculty of Shariah and Law, International Islamic University, Islamabad,asad.ullah@iiu.edu.pk

مقدمہ:

معاشی تحفظ کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے ہر شہری کی ضروریات زندگی بآسانی پوری ہوں اور ریاست کے ہر فرد کو یہ ضمانت حاصل ہو کہ ضرورت یا احتیاج کے وقت معاشرے کے دیگر افراد یا خود ریاست آگے بڑھ کر اس کی مدد کرے گی۔ معاشی تحفظ ایک ایسا حق ہے جسے بنیادی حقوق میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے اور دیگر کئی حقوق سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اسلام نے اسے ہر شہری کا بنیادی حق قرار دے کر اس کے لیے ایسا خاکہ اور ڈھانچہ تیار کیا ہے کہ اگر اس پر صحیح طریقے سے عمل ہو تو ریاست کا کوئی شہری ضروریات زندگی کی عدم دستیابی کا شکار ہو کر پریشان اور بدحال نہ ہو۔ یہ ایک ایسا حق ہے کہ شہریوں کی دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کے لیے اس کا وجود ناگزیر ہے۔ اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ صحیح طریقے سے اللہ تعالی کی عبادت-جو کہ تخلیق انسانی کا مقصد ہے-ایک مسلمان شہری کے لیے تب ہی ممکن ہے جب اس کی مادی ضروریات آسانی سے پوری ہوتی رہیں، اگر اسے معاشی تحفظ حاصل نہ ہو تو وہ عبادت کی بجائے مادی ضروریات کا انتظام کرنے میں مشغول ہونے کی وجہ سے اپنے مقصد تخلیق کی تکمیل سے ہٹ جاتا ہے۔

اس بنیادی حق کے حصول کے لیے اسلام نے کچھ مراحل بتلائے ہیں مثلا؛ پہلے مرحلے میں انسان کو خود اکتسابی کی ترغیب دی گئی ہے اور دوسروں پر بوجھ بننے سے روکا گیا ہے، اگر اس طرح سے اس کی ضروریات پوری نہ ہوں یا وہ کام کرنے کا اہل نہ ہو تو دوسرے مرحلے میں اس کا نفقہ قریبی رشتہ داروں پر واجب کیا گیا ہے، تیسرے مرحلے میں زکوۃ کے ذریعے اجتماعی کفالت کی سکیم متعارف کی گئی ہے، چوتھے مرحلے میں صدقات نافلہ اور اس کے بعد سرکاری خزانے کی باری آتی ہے، ان مراحل کی تفصیل کیا ہے، اور ان کے ذریعے معاشی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کن وسائل کو بروئے کار لایا جاسکتا ہے، اور اگر ان مراحل سے گزر کر بھی یہ حق کسی کو حاصل نہ ہو تو اس کے لیے کیا متبادل ذریعہ ہے؟ زیر نظر مقالے میں ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی جائے گی۔

معاشی تحفظ کا حق:

ابتدا میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلامی ریاست کے ہر شہری کو جو بنیادی حقوق حاصل ہوتے ہیں، ان میں معاشی تحفظ کے حق کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ معاشی تحفظ کا مطلب یہ ہے کہ ہر شہری کی ضروریات بآسانی پوری ہوتی رہیں اور ریاست کے ہر فرد کو یہ ضمانت حاصل ہو کہ ضرورت یا احتیاج کے وقت معاشرے کے دیگر افراد یا خود ریاست آگے بڑھ کر اس کی مدد کرے گی۔ اس حق کی بنیاد اس نظریے پر قائم ہے کہ اسلامی معاشرہ دراصل تکافل اور امداد باہمی پر مبنی معاشرہ ہے جو اللہ تعالی کے اس فرمان کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے:

﴿"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"﴾ [2] نیکی اور تقوی کے کاموں میں ایک دوسرے کی امداد کرو، اور گناہ اور ظلم میں ایک دوسرے کی امداد نہ کرو۔

چنانچہ ایک مالدار مسلمان اپنے کسی غریب بھائی کی امداد کرتا ہے یا اس کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے تو یہ بھی اس جذبہ تعاون کا ایک مظہر ہے جس کی تائید اس آیت میں کی گئی ہے۔ اس جذبہ تعاون کی آبیاری کے لیے قرآن مجید میں 30 سے زائد مقامات پر اقامت صلوۃ کے ساتھ ایتاء زکوۃ کا ذکر ہے اور 70 سے زائد مقامات پر انفاق کی ترغیب دی گئی ہے [3]۔

ان احکامات اور ترغیبات سے اسلام کا مقصود یہ ہے کہ اگر اسلامی ریاست کا کوئی شہری معاشی لحاظ سے کمزور اور مجبور ہو تو معاشرے کے افراد اس کی کفالت کریں گے، اگر اس کے باوجود پھر بھی کوئی غریب رہ جائے تو اس کی کفالت اسلامی ریاست کرے گی۔ کیونکہ جس طرح اسلامی

---

[2] ۔القرآن: 5:7

[3] ۔ڈاکٹر صلاح الدین، بنیادی حقوق، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1987)، ص: 295

قانون کی رو سے ریاست ہر اس شہری کے مال کی وارث ہے جس کا کوئی شرعی وارث نہ ہو، ریاست اس کی املاک اور جائیداد پر قابض ہو گی[4]، ان حقوق کے بدلے ریاست کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر کوئی قرض چھوڑ کر مر جائے اور اس کی ادائیگی کے لیے اس نے مال نہیں چھوڑا ہو تو ریاست اس کی ذمہ داری قبول کرے گی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"أنا أولى بكل مؤمن من نفسه، فمن ترك دينا أو ضيعة فإلي، ومن ترك مالا فلورثته[5]". یعنی جو شخص مال چھوڑ کر مرا تو یہ اس کے ورثاء کا ہے ہم اس سے کچھ نہیں مانگتے اور جو شخص اپنے ذمے قرض چھوڑ کر مرا یا ایسے عیال چھوڑ کر مرا جن کی کفالت کو کوئی ذریعہ نہ ہو تو ان کی کفالت مجھ پر ہے اور وہ قرض میرے ذمے ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام حاجت مند، مقروض اور مستحق لوگ جن کے پاس اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے کوئی بندوبست نہ ہو ان کی حاجتیں سرکاری خزانے سے پوری کی جائیں گی۔ لیکن ریاست پر کفالت کے واجب ہونے سے پہلے کئی مراحل ہیں، اگر ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد بھی کوئی محتاج رہ جائے تو اس کی کفالت ریاست کے ذمے ہو گی۔ کسی بھی شہری کے معاشی تحفّظ کے لیے جو مراحل ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے[6]:

(1) خود اکتسابی:

کسب معاش کے بارے میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنی روزی خود کمانی چاہیے اور ہر شخص کی کمائی اس کی ضرورت کے لیے کافی ہونی چاہیے تاکہ اسے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"والذي نفس محمد بيده لأن يحتطب أحدكم على ظهره فيستغني به ويتصدق منه ويأكل خير من أن يأتي رجلا فيسأله، لعله أن يؤتيه أو يمنعه، ذلك بأن اليد العليا خير من اليد السفلى[7]". قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ تم میں کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لائے اور اسے بیچ کر اس سے کھائے اور دوسروں کو بھی دے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کرے پھر وہ اسے کچھ دے یا نہ دے، یہ اس وجہ سے کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے"۔

Dr. Salah ud Din, Buniadi Huqooq, Idara Tarjuman ul Quran Lahore, 2nd Edition 1978, P. 295.

4 - سراج الدین السجاوندي الحنفي، السراجي في الميراث، (کراچی: مكتبة البشري، 1432) ص: 11.

Sirj ud Din al-Sajawandi al-Hanafi, al-Siraji fil Mirath, Maktaba al-Bushra Karachi, 2nd Edition 1432H, P. 11.

5 - امام أبوداود، سنن أبي داود، کتاب الفرائض، باب ميراث ذوي الأرحام، (بیروت: دار الرسالة العالمية، 2009)، ح 2899

Abu Dawood Suleman bin al-Ashaath al-Sijistani, Sunan Abi Dawood, Kitab ul Faraedh, Bab Mirath Zawi Al Arham, Dar al Risala al Aalamiah Beirut, 2009, No. 2899.

6 - سراج الدین سجاوندی حنفی، السراجي في الميراث، (کراچی: مكتبة البشري، 1432) ص: 11.

Sirj ud Din al-Sajawandi al-Hanafi, al-Siraji fil Mirath, Maktaba al-Bushra Karachi, 2nd Edition 1422H, P. 11.

7 - إسحاق بن راهويه، المسند، (بیروت: دار الكتاب العربي، 2013)، ح: 236

اسی طرح دیگر احادیث میں بھی سوال اور مفت خوری کی مذمت اور خود اکتسابی کی ترغیب دی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی زندگی میں اس کا نمونہ ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابی کچھ مانگنے کے لیے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گھر کا سامان لانے کا حکم دیا اور اس کو دو درہم میں بیچ کر فرمایا کہ ایک درہم کا خوراک خرید کر گھر میں دے دو اور ایک درہم کی کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے کلہاڑی میں لکڑی ڈال کر اسے کہا کہ جا کر پندرہ دن تک لکڑیاں کاٹ کر بیچو اور پھر میرے پاس آؤ، پندرہ دن بعد جب وہ آیا تو پندرہ درہم کما چکا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہ آپ کے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم روز قیامت اس حالت میں آؤ کہ سوال تیرے چہرے پر عیب کی علامت ہو"[8]

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"ما أكل أحد طعاما خيرا من أن يأكل من عمل يده، وإن نبي الله داود كان يأكل من عمل يده[9]".

یعنی آدمی کے لیے سب سے بہتر خوراک اس کے اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا کھانا ہے، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد π بھی اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا کھاتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے ہاتھ پاؤں سلامت ہوں اور خود کما سکتا ہو تو اس پر خود کمائی کرنا لازم ہے۔ معاشرے یا ریاست کے سامنے ہاتھ پھیلانا اس کے لیے ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسلام نے گداگری اور مفت خوری کی مذمت کی ہے کیونکہ اس کے ذریعے دنیا میں حرام خوری کی عادت پیدا ہوتی ہے اور محنت و ریاضت سے راہ فرار اختیار کرنے کا رجحان بڑھتا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ کوئی چھوٹا سا شغل اختیار کر کے اپنے لیے روزی کمائیں مگر کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کر کے انسانیت کی تذلیل نہ کریں۔ اس لیے کہ انسان کی عظمت اس کی محنت ہی میں پوشیدہ ہے، جو قومیں محنت و مشقت کو اپنا شعار بنالیتی ہیں، کامیابی فقط انہی کے قدم چومتی ہے اور جو لوگ کسل مندی، کاہلی اور مفت خوری کو اپنا وطیرہ حیات ٹھہرا لیتے ہیں قدرت بھی انہیں حالات کے رحم و کرم پر بے یار و مددگار چھوڑ دیتی ہے اور یوں ذلت و نکبت ان کا مقدر بن جاتی ہے۔

اسلام نے اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسب معاش کے لیے کاروبار کرنا چاہتا ہے مگر اس کے پاس سرمایہ نہیں تو دیگر ذی استطاعت مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کو قرضِ حسن دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کو بھی اجر و ثواب کا ذریعہ قرار دے کر اسے صدقہ قرار دیا، ارشاد فرمایا:

"كل قرض صدقة[10]".

Ishaq bin Rahawaih, al-Musnad, Dar ul Kitab al-Arab, 2013, Hadith No. 236.

[8] -ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی، سنن ابن ماجه، باب بيع المزايدة، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 2003)، ح:2198.

Al-Imam abu Abdillah Muhammad bin Yazid al-Qazwini, Sunan ibne Majah, Bab Bai al-Muzayada, Qadimi Kutub Khana Karachi, 2003, No. 2198.

[9] -امام محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحيح، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 2003)، ح:2072

al-Imam Muhammad bin Ismaeel al-Bukhari, al-Jame al-Sahih, Kitab ul Boyoo, Baab Kasb al-Rajul wa amalihi bi yadihi, Qadimi Kutub Khana Karachi, 2003, No. 2072.

[10] -ابوالقاسم سلیمان طبرانی، المعجم الأوسط، من اسمه الحسين، (کراچی: دارالحرمین، 1415)، ح:3498

اسلام نے معاشرے کے متموّل افراد کو ترغیب دی کہ وہ بغیر کسی لالچ و طمع اور بغیر کسی سود کے غریبوں کو ان کی استطاعت تک قرضِ حسن فراہم کریں۔ بلکہ اگر کوئی قرض حسن دینے کے لیے تیار نہ ہو تو اس بات کی بھی اجازت دی گئی کہ صرف سرمایہ دے کر اس کے ساتھ شرعی اصول کی روشنی میں حقیقی معنوں میں شراکت کی ایک شکل بنالی جائے جس سے دونوں کو نفع ہو، کاروبار کی اس شکل کو مضاربت کہا جاتا ہے۔

(2)اقرباء پر نفقہ کا وجوب:

اگر کسی کو روزگار نہ ملتا ہو یا روزگار کرنے سے معذور ہو تو شریعت نے اس کی کفالت اس کے قریبی رشتہ داروں کا فرض قرار دیا ہے، اس لیے کہ شریعت چاہتی ہے کہ غریبوں اور محتاجوں کی حاجات ان کے خاندان ہی میں پوری ہو جائیں، اس لیے شریعت نے ہر فرد کی کمائی میں اس کے دیگر غریب رشتہ داروں کا حصہ مقرر کیا ہے۔ چنانچہ اگر خاندان میں سے کسی کو غربت آگھیرے تو شریعت نے ترغیب دی ہے کہ محض احسان کے طور پر نہیں بلکہ دینی فریضہ سمجھ کر اس کا تدارک کرنے کی کوشش کریں اور اس کی مالی اعانت کریں۔ از روئے شریعت ایک آدمی پر متفرق حالات میں والدین، بیوی، بچوں، دادا، دادی، نانا، نانی، پوتے، نواسے، بھائی، بہن، پھوپھی، بھتیجی اور کثیر تعداد میں دیگر رشتہ داروں کی کفالت لازم ہوتی ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اصولی طور پر یہ حکم دیا ہے کہ:

﴿"فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ"﴾ [11]رشتہ داروں کا حق ادا کرو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إن الله يوصيكم بأمهاتكم -ثلاثا-، إن الله يوصيكم بآبائكم، إن الله يوصيكم بالأقرب فالأقرب"[12]. اللہ تعالی تمہیں اپنی ماں سے بھلائی کا حکم دیتا ہے (آپ نے تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا)، اللہ تعالی تمہیں اپنے باپ سے بھلائی کا حکم دیتا ہے، اللہ تعالی تمہیں درجہ بدرجہ دیگر قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہے۔

نفقہ کے لازم ہونے میں شریعت نے وارث ہونے کا اعتبار کیا ہے، یعنی جو ضرورت مند ہیں اس کے جو رشتہ دار جتنے حصے کے اس کے مرنے کے بعد وارث بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں، اسی حصہ کے بقدر ان پر اس بچہ کا خرچہ لازم ہو گا، مثلاً: یتیم بچے کی اگر صرف ماں اور دادا ہوں تو ماں پر ایک تہائی خرچہ اور دادا پر دو تہائی لازم ہو گا، اگر ایک درجے کے کئی رشتہ دار صاحب وسعت ہوں تو ان سب پر ان مستحقین رشتہ داروں کا نفقہ تقسیم ہو گا۔

(3)زکوۃ کے ذریعے اجتماعی کفالت:

معاشی تحفظ کے لحاظ سے زکوۃ کو بھی اہم حیثیت حاصل ہے۔ کہ اگر کسی شخص کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو یا اس کی ضروریات اس کی آمدنی سے بڑھ رہی ہوں نہ اس کا کوئی عزیز رشتہ دار ایسا ہو جو اس کی امداد کر سکے تو زکوۃ سے اسے معاشی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ زکوۃ دراصل غریبوں کی فلاح و بہبود کے لیے شریعت کی طرف سے مالداروں کے مال میں عائد کیا جانے والا ایک بنیادی حق ہے، شریعت نے انہیں اس حق کے دینے اور غرباء کے ساتھ معاشی انصاف کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اگر اصحاب ثروت یہ منصفانہ معاشی رویہ اختیار نہیں کریں گے تو وہ اللہ کے ہاں قیامت کے دن مجرم اور ظالم ہوں گے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

Abul Qasim al-Tabrani, Al Mujam al Awsat, Man Ismuhu al-Hussain, Dar ul Haramain Cairo, 1415H, Hadith No. 3495.

[11] -القرآن:26:17

[12] -قزوینی،سنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب بر الوالدين،ح:3661.

"إن الله فرض على أغنياء المسلمين في أموالهم بقدر الذي يسع فقراءهم، ولن تجهد الفقراء إذا جاعوا أو عروا إلا بما يصنع أغنياءهم، ألا وإن الله يحاسبهم حسابا شديدا، ثم يعذبهم عذابا أليما[13]". اللہ تعالیٰ نے مسلمان اغنیاء کے مالوں میں اتنی مقدار فرض کر دی ہے جس سے ان کے حاجت مندوں کی ضرورت پوری ہوتی ہو، فقراء بھوکے ننگے ہو کر کبھی بھی مشقت میں مبتلا نہیں ہوتے مگر ان اغنیاء کے جرم کی وجہ سے۔ اور خبر دار! اللہ ان سے سخت حساب لے گا اور انہیں سخت عذاب دے گا۔

اس حدیث کو بعض علماءِ حدیث مثلاً ابنِ حزم نے محلّٰی میں[14] اور بیہقی[15] نے علی رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے مگر امام طبرانی سے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔ اسلام اس امر کی حمایت میں نہیں کہ امت مسلمہ کے مختلف طبقات اور افراد کے درمیان اتنا تفاوت پایا جائے کہ کچھ لوگ تو عیش و عشرت کی زندگی گزاریں اور معاشرے کا غریب طبقہ بنیادی ضروریات سے بھی محروم رہ کر، نان جویں کو ترستا رہے۔ اس لیے کہ یہ تفاوت خستہ حال لوگوں کے جذبات میں اشتعال پیدا کرتا ہے ان کے سینوں میں حسد، کینہ، نفرت اور بغض کا بیج بوتا ہے نتیجتاً یہ غربت اس کو چوری، ڈاکہ زنی، غصب، اور عزت نفس اور خودداری سے ہاتھ دھو کر نہایت ذلت و خواری کی زندگی پر مجبور کرتا ہے، یہ انسانوں کو پستی کی جانب دھکیلنے والا ایک بڑا عامل ہے۔ اس حقیقت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعے واضح کر کے فرمایا:

"كاد الفقر أن يكون كفرا[16]. قریب ہے کہ فقیر کو اس کا فقر، کفر کی طرف لے جائے۔

اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں غرباء و مساکین کی کفالت کے لیے اجتماعی سکیم تیار کر کے مسلمانوں پر اسے نافذ کیا، دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں اس کو ایک رکن بنایا، اس کو ادا کرنا معاشرے کے ہر صاحب نصاب فرد پر لازم ٹھہرایا اور یہ بات واضح کی کہ یہ کوئی بھیک یا خیرات نہیں، بلکہ غرباء اور مساکین کا حق ہے جو امراء کے ذمے ہیں اور ہر مالدار اس کی عدم ادائیگی کی صورت میں خدا، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام غرباء و مساکین کا مقروض ہے[17]۔

Qazwini, Sunan ibn Majah, Abwab ul Adab, Bab Birr al Walidain, No. 3661.

13 -ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، المعجم الصغیر، (بیروت: دار عمار، 1405ھ)، ح: 453

Abul Qasim Suleman bin Ahmad al-Tabrani, Al-Mujam al-Sagheer, Man Ismuhu Dulail, Dar Ammar Beirut, 1st Edition 1405H, No. 453.

14 - علی بن احمد بن سعید بن حزم، المحلی، خاتمة كتاب الزكاة، (بیروت: دار الجیل، 2004) ص: 158:6

Ibn Hazm al Zahiri, al-Muhalla, Khatima Kitab al-Zakat, Dar ul Jil Beirut, 2004, P. 158, Vol. 6.

15 -ابو بکر احمد بن حسین بیھقی، السنن الكبرى، (بیروت: دار الفکر، 1996)، ح: 13585

Abu Bakar Ahmad bin al-Hussain al-Baihaqi, al-Sunan al-Kubra, Dar ul Fikr Beirut, 1st Edition, 1996, Hadith No. 13585.

16 -ابو بکر احمد بن حسین بیھقی، السنن الکبری، (بیروت: دار الفکر، 1996)، ح: 6612

Abu Bakar Ahmad bin al-Hussain al-Baihaqi, Shuab ul Iman, 49th Shuba, Bab fil Hath ala Tark al-Ghill wal Hasad, 1st Edition, 1990, Hadith No. 6612.

17 -سہ ماہی منہاج، سید اسعد گیلانی، (لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ۱۹۸۴ء) ص: ۱۳۳

زکوۃ کا بنیادی مقصد غریب مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور ان کی اجتماعی کفالت ہے۔ علامہ شاہ ولی اللہ اس کی مصلحت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ومصلحة ترجع إلى المدينة وهي أنها تجمع لا محالة الضعفاء وذوي الحاجة وتلك الحوادث تغدو على قوم وتروح على آخرين، فلو لم تكن السنة بينهم مواساة الفقراء وأهل الحاجات لهلكوا، وماتوا جوعاً [18]". زکوۃ کی ایک مصلحت شہر کی طرف لوٹتی ہے اور وہ یہ کہ شہر میں ضرور کمزور اور حاجت مند لوگ موجود ہوتے ہیں اور یہ حوادث صبح کو اگر ایک پر ہوں تو شام کو کسی اور پر ہوتے ہیں، پس اگر ان کے درمیان فقراء اور محتاجوں کے ساتھ غم خواری کا طریقہ رائج نہ ہو تو یہ لوگ بھوکے مر جائیں گے۔ اسلام اس نظام زکوۃ کے ذریعے اپنے اس اصل کو عملی جامہ پہناتا ہے۔

جو آیت کریمہ: ﴿"كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ"﴾ [19] میں بیان ہوا ہے۔ یعنی اسلام چاہتا ہے کہ مال و دولت صرف مالداروں کے درمیان گردش کرتا نہ پھرے۔ اسلام دولت کے یونہی بیکار پڑے رہنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا، اسلام زکوۃ، عشر، صدقہ فطر، نذور، کفارہ یمین وظہار وصوم اور صدقات نافلہ کے ذریعے دولت کو معاشرے کے اندر ایک چکر میں لگائے رکھتا ہے۔ چانچہ زکوۃ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مالدار آدمی مال کو کسی منافع بخش اور حلال کاروبار میں لگائے کیونکہ جب وہ سوچتا ہے کہ اگر وہ مال کو اسی طرح ذخیرہ کر کے رکھ دے اور ہر سال اس سے زکوۃ کٹتی رہے تو آخر میں یہ مال بہت کم مقدار میں رہ جائے گا، یہ سوچ کر وہ اس مال کو خرچ کر کے کماتا ہے جس سے خود اس کو، معاشرے کو اور ملکی معیشت کو نفع ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر نے یتیموں کے مال کے بارے میں ارشاد فرمایا: "اتجروا في أموال اليتامى لا تأكلها الزكاة" [20]. یتیموں کے مال کو تجارت میں لگا دیا کرو کہ زکوۃ کٹتے کٹتے وہ ختم نہ ہو۔

زکوۃ کی افادیت بیان کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"یہ مسلمانوں کی کوآپریٹو سوسائٹی ہے، یہ ان کی انشورنس کمپنی ہے، یہ ان کا پراویڈنٹ فنڈ ہے، یہ ان کے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے، یہ ان کے معذوروں، اپاہجوں، بیماروں، بیواؤں اور بے روزگاروں کا ذریعہ پرورش ہے یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ مسلم معاشرے میں کوئی شخص ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے گا، اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلماں کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادہ اصول یہ ہے کہ آج تم مالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو، کل تم نادار ہو گئے تو دوسرے تمہاری مدد کریں گے، تمہیں اس فکر کی ضرورت ہی نہیں کہ مفلس ہو گئے تو کیا بنے گا؟ مر گئے تو بیوی بچوں کا کیا حشر ہو گا؟ کوئی آفت ناگہانی آپڑی، بیمار ہو گئے، گھر میں آگ لگ گئی، سیلاب آگیا، دیوالیہ ہو گئے تو ان مصیبتوں سے مخلص کی کیا سبیل ہو گی؟ سفر میں پیسہ نہ رہا تو کیوں کر گذر بسر ہو گی؟ ان سب فکروں سے صرف زکوۃ تم کو ہمیشہ کے لیے بے

Quarterly Minhaj, Syed Asaad Gelani, April 1984, Markaz Tahqiq Diyal Sangh Trust Library Lahore, P. 133.

18 - شاہ ولی اللہ، حجة الله البالغة، من أبواب الزكاة، (بیروت: دار الجیل، 1426) ص: 2:61

Shah Wali Ullah al-Dihlawi, Hujjat Ullah al-Balighah, min Abwab al-Zakat, Dar ul Jil Beirut, 1st Edition, 1426H, P. 61. Vol. 2.

19 - القرآن: 7:59

20 - مالک بن انس، الموطا، (مصر: دار إحياء التراث العربي، 2002)، رقم: 588.

فکر کردیتی ہے۔ تمہارا کام بس صرف اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ایک حصہ دے کر اللہ کی انشورنس کمپنی میں اپنا بیمہ کرالو، اس وقت تم کو اس دولت کی ضرورت نہیں، یہ ان کے کام آئی گی جو اس کے ضرورت مند ہیں، کل جب تم ضرورت مند ہو تو اس سے بھی زیادہ مال آپ کو واپس مل جائے گا"۔[21]

اسلام نے ممکنہ حد تک لوگوں کے فقر و احتیاج کو کم کرنے کے لیے یہ اصول طے کر دیا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد خود محنت کرے اور اگر وہ کسی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا ہو تو اس کی کفالت مالداروں کے ذمے ہے، زکوٰۃ غریبوں کی اجتماعی کفالت کی عام ضمانت ہے، اگر ضرورت ہو تو اس کی وصولی کے لیے ریاست قوت بھی استعمال کر سکتی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب فتنوں نے سر اٹھایا اور بعض لوگ زکوٰۃ کا انکار کر بیٹھے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور فرمایا:

"والله لو منعوني عقالاً كانوا يؤدونه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على ذلك"[22]. "اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھ سے بکری کا چھوٹا بچہ بھی منع کر دیا جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے لڑوں گا"۔

اگر ریاست اور عوام اسلام کے اس حکم پر صحیح طریقے اور دیانت داری سے عمل کریں تو یہ اس بات کی مکمل ضمانت ہے کہ معاشرے میں کوئی فقیر اور محتاج نہ رہے۔

زکوٰۃ کے علاوہ واجبی امداد کی دیگر کچھ شکلیں بھی اسلام نے تجویز کی ہیں جس کا دینا متعلقہ افراد پر بہر صورت لازم ہوتا ہے جن میں عشر، صدقہ فطر، کفارات، نفقات، نذور وغیرہ ہیں۔ ان کی ادائیگی پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں ان کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لے تو اس کے ذمے لازم ہے کہ موت سے قبل ان کی ادائیگی کی وصیت کر جائے اور ورثہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک تہائی کے اندر اندر اس کی ادائیگی کریں۔ در حقیقت زکوٰۃ و عشر اور صدقات واجبہ کا یہ سارا نظام غربت و خستہ حالی کا کافی و شافی علاج ہے اگر صرف ان صدقات واجبہ کی مکمل وصولی اور صحیح تقسیم عمل میں لائی جائے تو یہ غریبوں کا معیارِ زندگی بہتر بنانے کی بہت حد تک ضامن ہے۔

(4) صدقات نافلہ کے ذریعے کفالت:

اگر زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ سے بھی غریبوں کی کفالت نہ ہو سکے اور تقسیم زکوٰۃ اور وصولی کے بعد بھی لوگ قید غربت سے خلاصی پا کر معاشی طور پر محفوظ نہ ہو سکیں تو ان باقی ماندہ لوگوں کی کفالت کے لیے اسلام نے مالدار مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لیے صرف واجبی صدقات پر اکتفاء نہ کریں بلکہ نفلی اور رضاکارانہ عطیات کے ذریعے بھی ان کی مدد کریں۔ چنانچہ شریعت نے جا بجا صاحب حیثیت لوگوں کو نفلی صدقات کی ترغیب دے کر اس کے فضائل بیان کیے ہیں اسی طرح احادیث کا کافی ذخیرہ بھی انفاق کے فضائل سے متعلق وارد ہے۔ اسلامی معاشرہ در اصل امداد باہمی پر مبنی معاشرہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے:

Al-Imam Malik bin Anas, al-Muwatta, Dar Ihya al Turath Al-Arabi Egypt, 2002, No. 588.

[21] - ابوالاعلی مودودی، معاشیات اسلام، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، 1970ء) ص: 132-133

Abu Aala al-Mawdudi, Maashiat Islam, 3rd Chapter, Islamic Publications Limited Lahore, 2nd Edition, 1970, P. 132-133.

[22] - بخاری، صحیح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ح: 355.

﴿"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ"﴾ [23]"نیکی اور تقوٰی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو"۔

چنانچہ اگر ایک مالدار مسلمان اپنے کسی غریب بھائی کی کوئی امداد کرتا ہے تو یہ بھی اس جذبہ تعاون کا ایک مظہر ہے جس کی تاکید اس آیت میں کی گئی ہے۔ اسلامی معاشرہ کے غنی افراد کو اسلام نے یہ ہدایت کی ہے کہ وہ غریبوں کی امداد واعانت کریں۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے جو اپنے قوانین میں کہیں بھی فطری چیزوں کو مٹانا نہیں چاہتا، معیشت میں تفاوت بھی ایک فطری چیز ہے جو بعض تکوینی مصالح پر مبنی ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

﴿"وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ"﴾ [24]"(اور اللہ وہی ذات ہے جس نے) تم میں سے کچھ لوگوں کو دوسروں سے درجات میں بلندی عطا کی، تاکہ اس نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں ان میں تمہیں آزمائے"۔﴿"نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا"﴾ [25]"ہم نے دنیوی زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں اور ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیّت دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں"۔

ان آیات میں تکوینی فرقِ مراتب مراد ہے کہ کوئی تندرست ہے کوئی بیمار، قوی وکمزور، حاکم ومحکوم اور امیر وغریب وغیرہ اور اس فرق کی علّت بھی بتادی کہ اس سے مقصود انسانوں کی آزمائش ہے کہ زیادہ نعمتوں والا کہاں تک اس کو مالک کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور غریب آدمی کہاں تک صبر وشکر اور قناعت سے کام لیتا ہے اور حسد سے بچا رہتا ہے۔

درجات معیشت میں فرق کی گنجائش تو اسلام میں ہے اور یہ ایک تکوینی امر ہے مگر حقِ معیشت میں تفاوت کی گنجائش نہیں۔ اسلام درجاتِ معیشت میں بھی تفاوت کو ایک مناسب اعتدال پر قائم رکھنا چاہتا ہے اور اس کو بڑھنے سے روکتا ہے تاکہ یہ تفاوت بڑھ کر ناخوش گوار واقعات کا باعث نہ بنے۔ اس کو اعتدال پر رکھنے کے لیے اللہ تعالی نے خلیفہ کو بہت اختیارات دیے ہیں جن کو بروئے کار لا کر وہ اس مساوات کو قائم رکھے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنا چاہا تو ایک ذمہ داری یہ بھی بتلائی:

"فأخبرهم أن الله قد فرض عليهم صدقة تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم[26]". پس ان کو بتلادو کہ اللہ تعالی نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لے کر انہی کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتے ہوئے کہا:

---

al-Imam Muhammad bin Ismaeel al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab ul Itesam bil Kitab was Sunnah, Bab ul Iqtida bi Sunan Rasulillah, No. 355.

23 -القرآن:2:5

24 -القرآن:165:6

25 -القرآن:32:43

26 -بخاری،صحیح البخاري، كتاب الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء،ح:1772

"وأوصيه بالأعراب خيرا؛ فإنهم أصل العرب ومادة الإسلام، أن يؤخذ من حواشي أموالهم ويرد على فقرائهم[27]". میں اسے اعراب کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ وہ عرب کی اصل اور اسلام کے لیے مدد کا ذریعہ ہیں کہ ان کی درمیانی اموال میں سے لے کر ان کے فقراء کو دیا جائے گا۔

اسلام حقِ معیشت میں انصاف، مواسات، ہمدردی اور غم خواری کی تعلیم دیتا ہے، اسلام اس طرزِ عمل کا مخالف ہے کہ کچھ لوگ تو عیش وعشرت کی زندگی گزاریں اور بعض کی مفلسی اس قدر بڑھ جائے کہ ان کو کپڑے تک میسر نہ ہوں۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ مضر کے کچھ لوگ اس حالت میں تشریف لائے کہ ننگے پاؤں، ننگے جسم، دھاری دار چادریں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ان کی خستہ حالی دیکھ کر متغیر ہو گیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے آذان کروا کے نماز پڑھائی اور پھر صحابہ کرام کو اپنے بھائیوں کی مدد کی ترغیب دی کہ جس کے پاس جو کچھ بھی ہو اس میں سے صدقہ کردے، بس اتنا سننا تھا کہ صحابہ کرام دوڑ پڑے اور تھوڑی دیر میں خوراک اور کپڑوں کے دو ڈھیر جمع ہو گئے راوی فرماتے ہیں: "رأيت وجه رسول الله صلى الله عليه وسلم يتهلل كأنه مذهبة[28]". کہ فقراء کی ضرورت کو پورا ہوتے اور صحابہ کرام کے اس جذبہ اخوت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے یوں کھل اُٹھا کہ گویا وہ سونے کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسلام امیری اور غربت کے طبقاتی احساس کو ختم کرکے اخوت، ہمدردی، خیر خواہی اور غمخواری کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ اسلام ایسے انسانی معاشرے کا خواہاں ہے، جس میں امراء اور غرباء میں باہمی تعاون اور ہمدردی کی ایسی فضاء قائم رہے کہ غریب کو اپنی غربت کا احساس نہ ہونے پائے اور اس کی جملہ ضروریات باحسن طریقہ پوری ہوتی رہیں اور ان کے دل میں امراء کے خلاف آتشِ حسد نہ بھڑکے اور معاشرے کے افراد محبت، اطمینان اور سکون سے زندگی گزاریں۔

اسلامی معاشی نظام ہی ایک ایسا نظام ہے جس نے مالداروں میں یہ ذہنیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ ضرورت سے زائد مال غریبوں کو دیا جائے۔ اسلامی نظامِ معیشت، کفالت عامہ یا عدل اجتماعی قائم کرنے کا حکم دیتی ہے کہ ہر شخص اسلامی حدود میں رہ کر زیادہ کمائے اور اپنی ضروریات پر کم از کم خرچ کرے اور باقی رقم اپنے غریب بھائیوں پر صرف کرے۔ صدقات نافلہ، خیرات، قرض حسن، ہدیہ، عاریت اور وقف کے ذریعے فاضل مال دوسرے مسلمانوں پر خرچ کریں تا کہ معاشرے میں موجودہ تفاوت کو ختم کیا جاسکے۔ اسلام نے زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ انفاق کی بھی بہت زیادہ ترغیب دی ہے چنانچہ قرآن مجید میں تیس سے زائد مقامات پر اقامت صلوۃ کے ساتھ ایتاء زکوٰۃ کا ذکر ہے اور ستر سے زائد مقامات پر انفاق کا ذکر ہے۔[29] چنانچہ ارشاد ہے:

﴿"الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"﴾ [30] "جو لوگ اپنا مال دن رات، خاموشی سے بھی اور ظاہری طور پر بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس

---

al-Imam Muhammad bin Ismaeel al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab ul Zakat, Bab Akhz al Sadaqah Min al-Aghnia, No. 1772.

[27] - بخاری، صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان، ح: 3497

al-Imam Muhammad bin Ismaeel al-Bukhari, Sahih al-Bukhari, Kitab ul Manaqib, Bab Qissa al-Baiah wal Ittefaq ala Uthaman, No. 3497.

[28] - مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة، ح: 2277

al-Imam Muslim bin Alhajjaj, Kitab ul Zakat, Bab ul Hath ala al-Sadaqah, No. 2277.

[29] - ڈاکٹر صلاح الدین، بنیادی حقوق، ص: 295

Dr. Salah ud Din, Bunyadi Huqooq, P. 295.

اپنا ثواب پائیں گے اور نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم پہنچے گا"۔﴿"مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ"﴾ [31]"جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے اور ہر بال میں سو دانے ہوں"۔

یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات میں انفاق کی ترغیب دی گئی ہے مثلاً سورہ بقرۃ :۲۱۵، ۲۱۹، ۲۶۱، ۲۴۵، ۲۶۵، ۱۷۷، ۲۷۴، سورۃ دہر: ۸، ۹ اور ان جیسی بہت سی آیات میں اس کا ذکر ہے جس کا مفصل تذکرہ باعثِ طوالت ہوگا۔ اس کے ساتھ بخل کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"﴾ [32]"جو لوگ اس مال میں بخل سے کام لیتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لیے کوئی اچھی بات ہے اس کے برعکس یہ ان کے حق میں بہت بری بات ہے۔ جس مال میں انہوں نے بخل سے کام لیا ہوگا قیامت کے دن وہ ان کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، اور سارے آسمان اور زمین کی میراث صرف اللہ ہی کے لیے ہے"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تعلیمات کے ذریعے اس کی بہت ترغیب دی ہے، آپ کا فرمان ہے:

"إن الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء[33]". صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔ "إن الله يقبل الصدقة ويأخذها بيمينه فيربيها لأحدكم كما يربي أحدكم مهره حتى إن اللقمة لتصير مثل أحد[34]". اللہ تعالیٰ صدقہ قبول کر کے اپنے دائیں ہاتھ سے لیتا ہے (كما يليق بشأنه) پھر اس کی دیکھ بھال کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے کی بچے کی تربیت کرتا ہے، یہاں تک کہ صدقے کا ایک لقمہ احد پہاڑ جتنا بن جاتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"تهادوا فإن الهدية تذهب وحر الصدر ولا تحقرن جارة لجارتها ولو شق فرسن شاة[35]". ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس لیے کہ ہدیہ سینے کی عداوت اور کینے کو دور کرتا ہے، اور ایک پڑوسن اپنی پڑوسن کے لیے (کوئی بھی ہدیہ) حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کے کھر کا ٹکڑا کیوں نہ ہو۔

---

30 - البقرۃ:274

31 - البقرۃ:261

32 - آل عمران:180

33 - محمد بن عیسی الترمذي، السنن، أبواب الزكاة، باب فضل الصدقة، (کراچی: شركة ايج ايم سعيد للطباعة، 2002) ح:664

Muhammad bin Eisa al-Tirmizi, al-Sunan, Abwab ul Zakat, Bab Fazl al-Sadaqah, H M Saeed Company Karachi, 2002, No. 664.

34 - محمد بن عیسی الترمذي، سنن الترمذي، ح:662

Muhammad bin Eisa al-Tirmizi, al-Sunan, No. 662.

35 - محمد بن عیسی الترمذي، السنن، أبواب الولاء والهبة، باب حث النبي صلى الله عليه وسلم على الصدقة، ح:2130

اسی طرح ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أيما مسلم كسا مسلما ثوبا على عرى كساه الله من خضر الجنة وأيما مسلم أطعم مسلما على جوع أطعمه الله من ثمار الجنة وأيما مسلم سقى مسلما على ظمإ سقاه الله من الرحيق المختوم[36]". جو مسلمان کسی مسلمان کو کپڑا پہنادے اللہ تعالی اسے جنت کا سبز لباس پہنادے گا، اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلادے اللہ تعالی اسے جنت کے پھل کھلادے گا، اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلادے گا اللہ تعالی اسے بند، خالص شراب پلادے گا۔

اسی طرح ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور اپنی نظر دائیں بائیں دوڑانے لگا (یعنی ضرورت مند تھا) اس پر آپ نے فرمایا:

"من كان معه فضل ظهر فليعد به على من لا ظهر له ومن كان له فضل من زاد فليعد به على من لا زاد له[37]". جس کے پاس اضافی سواری ہو تو وہ اسے اس شخص کو دیدے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس اضافی توشہ ہو تو اس کو دیدے جس کے پاس توشہ نہیں ہے۔

بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلم معاشرے کو ایک جسم کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ اس کا کوئی فرد کسی وجہ سے اگر تکلیف میں مبتلا ہو تو تمام مسلمان اس وقت تک بے چین رہیں جب تک اس کی تکلیف رفع نہ ہو جائے، ارشاد ہے:

"ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم كمثل الجسد إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر جسده بالسهر والحمى[38]". تو تمام مؤمنین کو باہمی رحمت، محبت اور معاونت میں ایک جسم کی طرح دیکھے گا کہ جب ایک عضو بیمار پڑ جاتا ہے تو تمام جسم بے خوابی اور بخار کی وجہ سے پکار اٹھتا ہے۔

ان چند آیات اور احادیث کا ذکر بطور نمونہ تھا ورنہ بیسیوں آیات ایسی ہیں جس میں اس مضمون کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان تمام کا اصل مقصود اغنیاء میں امداد باہمی، تکافل اور معاونت کا جذبہ پیدا کرنا ہے، ان کو یہ ترغیب دینا ہے کہ وہ صرف خود ہی دولت کی رنگ رلیوں میں مصروف نہ رہیں، بلکہ معاشرے کے محروم اور نادار طبقے کا بھی خیال رکھیں۔

(5) سرکاری خزانے سے غریبوں کی کفالت:

اگر مندرجہ بالا تمام مراحل سے گزر کر بھی اسلامی ریاست میں کوئی فرد ایسا رہ جائے جو طوقِ احتیاج سے نہ نکلے تو پھر ریاست اور سرکاری خزانے کی باری آتی ہے، ایسے لوگوں کی کفالت سرکاری خزانے سے کی جائی گی۔ چنانچہ ابوداؤد کی حدیث گزر چکی، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت امیر سلطنت فرمایا:

Muhammad bin Eisa al-Tirmizi, al-Sunan, Abwab ul Walaa wal Hibah, Bab Hath al Nabi (SAW) Ala al-Sadaqah, No. 2130.

36 - محمد بن عیسی الترمذي، سنن الترمذي، ح:1930

Muhammad bin Eisa al-Tirmizi, al-Sunan, No. 1930.

37 - مسلم بن حجاج، الصحيح، كتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال، ح:4616

Al-Imam Muslim bin al Hajjaj al-Qushairi, Al-Sahih, Kitab ul Luqata, Bab Istihbab al Muwasat bi Fuzool al Maal, No. 4614.

38 - بخاري، الجامع الصحيح، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ح:6011

"فمن ترك دينا أو ضيعة فإلي"[39]. جس نے قرض چھوڑا یا ایسا بے سہارا شخص چھوڑا جس کی کفالت کا کوئی بندوبست نہ ہو تو میرے ذمے ہے۔

اسی طرح ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے: "من ترك مالا فلورثته ومن ترك ضياعا فإلي[40]".

اور امام ترمذی اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"من ترك ضياعاً، يعني: ضائعا ليس له شيء فإلي، يقول: أنا أعوله وأنفق عليه[41]". ضیاعاً سے مراد وہ شخص ہے جس کا کوئی مال نہ ہو اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس کی کفالت اور اس پر خرچ کروں گا۔

اس لیے جو لوگ مرض، ضعف، کمزوری، یتیمی، بیوگی یا کسی بھی وجہ سے کسبِ معاش پر قادر نہ ہوں اور وہ محتاج ہوں تو ان کی کفالت ریاست کے ذمے ہے، چنانچہ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر زکوۃ محتاجوں کی ضروریات کے لیے ناکافی ہو تو انہیں بیت المال میں سے دیا جائے گا اور میری رائے میں دوسرے اخراجات کے مقابلے میں انہیں زیادہ ترجیح دی جائی گی[42]۔

اس کفالت میں یہ بھی داخل ہے کہ جو شخص قرض کے بوجھ تلے دب گیا ہو اور اس کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتا ہو یا قرض اپنے ذمہ چھوڑ کر مر گیا ہو اور ادائیگی کے لیے اس نے مال نہیں چھوڑا ہو تو ایسے لوگوں کی امداد کرنا بھی حکومت کی ایک ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی ایام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ اگر کوئی جنازہ آتا اور میت پر قرضہ ہوتا اور اس کے ترکہ میں ادائیگی کی گنجائش نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جنازے سے معذرت کر کے صحابہ کرام کو جنازہ پڑھنے کا حکم فرماتے، بعد میں جب سرکاری خزانے میں گنجائش پیدا ہوئی تو اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا قرضہ سرکاری خزانے سے ادا کرنے کا ذمہ لے کر اس کا جنازہ پڑھا لیتے تھے[43]۔

اس حدیث سے ایک اور اہم بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ ذمہ داری ریاست کی تب ہے جب سرکاری خزانے میں گنجائش ہو اگر گنجائش کم ہو تو پھر ان چیزوں سے پہلے دیگر اہم کاموں کی طرف توجہ دینی چاہیے، چنانچہ حدیث میں تصریح ہے کی فتوحات کی کثرت کے بعد آپ نے یہ انتظام شروع فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاء کو بھی اس ذمہ داری کا پورا احساس تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

Al-Imam Muhammad bin Ismaeel al-Bukhari, al-Jame al-Sahih, Kitab ul Adab, Bab Rahmat al-Naas wal Bahaim, No. 6011.

39 -ابوداود، سنن أبي داود، كتاب الفرائض، باب ميراث ذوي الأرحام، ح:2902

Al-Imam Abu Dawood, Sunan Abi Dawood, Kitab ul Faraedh, Bab Mirath Zawi al-Arham, No. 2902.

40 -ترمذی، سنن الترمذي، أبواب الفرائض، باب ما جاء من ترك مالا فلورثته، ح:2090

Al-Imam Muhammad bin Eisa Al-Tirmizi, Sunan al Tirmizi, Abwab ul Faraedh, Baab Ma Jaa Man Taraka Malan Fa Li Warathatihi, No. 2090.

41 -ترمذی، سنن الترمذي، ص:29:2

42-عبدالکریم زیدان، اسلام میں ریاست اور فرد کا مقام، (لاہور: اسلامک پبلشرز)، ص:۱۳۱

Abdul Karim Zaidan, Islam men Riyasat awr Fard ka Maqam, Urdu Translation, Fard ki Riyasati Kafalat, Islamic Publisers, P. 131.

43 -بخاری، صحيح البخاري، كتاب النفقات، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: من ترك كلا أو ضياعا، ح:5371

"والله لإن بقيت لهم ليأتين الراعي بجبل صنعاء حظه من هذا وهو يرعى مكانه"[44]. اگر میں زندہ رہا تو صنعاء کی پہاڑی پر مویشی چرانے والے کو اس مال میں اپنا حصہ ملے گا جبکہ وہ اپنی ہی جگہ مویشی چرا رہا ہو گا۔

اسی طرح ایک اور موقعہ پر فرمایا:

"أما والله لئن بقيت لأرامل أهل العراق لأدعهن لا يفتقرن إلى أمير بعدي"[45]. اگر میں عراق کے بیوہ عورتوں کے لیے زندہ رہا تو میں انہیں اس حالت میں چھوڑوں گا کہ ان کو میرے بعد کسی امیر کی حاجت نہ ہو گی۔

معاشی تحفظ کو اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق عملی جامہ پہنایا جائے تو یہ تمام شہریوں کی خوشحالی کا ضامن ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں عراق میں ایسا وقت بھی آیا کہ عراق کے خزانے سے ہر آدمی کا وظیفہ ادا کیا گیا، ہر اس مقروض کا قرض ادا کیا گیا جس نے ضرورت کی وجہ سے قرض لیا تھا، ہر اس غیر شادی شدہ کی شادی کی گئی جو مہر کی ادائیگی پر قادر نہیں تھا اور اس کا مہر بھی سرکاری خزانے سے ادا کیا گیا پھر بھی عراق کے سرکاری خزانے میں مال بچا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ ہر اس ذمی کو دیکھو جو فقر کی وجہ سے اپنی زمین میں کام نہیں کر سکتا ہو اور اسے قرض دو[46]۔

معاشی تحفظ کا جو حق اسلامی ریاست کے شہریوں کو حاصل ہے وہ صرف مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں اسلامی ریاست صرف مسلمان غریبوں کو معاشی تحفظ فراہم نہیں کرے گی بلکہ ذمی غرباء کی کفالت بھی کرے گی۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ایک بھکاری پر ہوا جو ایک آنکھ سے معذور اور بوڑھا آدمی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ تم کون سے اہلِ کتاب میں سے ہو؟ اس نے کہا یہودی ہوں، آپ نے پوچھا تمہیں مانگنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ اس نے کہا جزیہ، ضرورت مندی اور بڑھاپے نے اس پر مجبور کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور گھر سے کچھ لا کر اسے دیا، پھر بیت المال کے خزانچی کو بلا کر کہا کہ اس کا اور اس جیسے دیگر افراد کا خیال رکھو، کیونکہ خدا کی قسم! ہم نے ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم اس کے جوانی میں اس کا مال کھائیں اور بڑھاپے میں اس کو بے سہارا چھوڑیں۔ اور پھر اس شخص اور اس جیسے دیگر لوگوں کو جزیہ معاف کیا[47]۔

اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کے ساتھ جو صلح نامہ مرتب کیا تھا اس میں ایک دفعہ یہ بھی تھا:

Al-Imam Muhammad bib Ismaeel al-Bukhari, Sahih al Bukhari, Kitab ul Nafaqat, Bab Qawl al Nabi (SAW) ManTaraka Kallan aw Zayaan fa Ilayya, No. 5371.

44 - احمد بن حنبل، المسند، مسند عمر بن الخطاب، (بیروت: دار إحياء التراث العربي، 1994م) ح:294

Al-Imam Ahmad bin Hanbal, Al-Musnad, Musnad Umar bin al-Khattab, Dar Ihyaa a-Turath al-Arabi Beirut, 3rd Edition, 1994, Hadith No. 294.

45 - یعقوب بن ابراہیم انصاری، ابو یوسف، کتاب الخراج، (مصر: المكتبة الأزهرية للتراث، 1999) ج:1: ص47

Al-Imam Yaqub bin Ibrahim al-Ansari Abu Yousuf, Kitab ul Khiraaj, Al Maktaba al-Azhariyyah lil Turath, P. 47, Vol. 1.

46 - ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الأموال، باب تعجيل إخراج الفيء، (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۵)، ص:265.

Abu Ubaid al-Qasim bin Sallam, Kitab ul Amwal, Bab Taajil Ikhraj al-Fai, Dar ul Fikr Beirut, P. 265.

47 - ابو یوسف، کتاب الخراج، ما عمل به في السواد، ج1، ص47

"أيما شيخ ضعف عن العمل أو أصابته آفة من الآفات أو كان غنيا فافتقر وصار أهل دينه يتصدقون عليه طرحت جزيته وعيل من بيت مال المسلمين وعياله ما أقام بدار الهجرة ودار الإسلام[48]". ہر ایسا بوڑھا جو عمل کرنے سے معذور ہو جائے یا اسے کوئی آفت آگھیرے یا ایسا فقیر ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب لوگ اس پر صدقہ کرنے لگیں تو اس کا جزیہ ساقط کر دیا جائے گا اور اس کی اور اس کے اہل وعیال کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے کی جائی گی جب تک وہ دار الہجرت اور دار الاسلام میں مقیم ہو۔

گذشتہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ محروم المعیشت، محتاج، لاچار اور دیگر معذور افراد کو معاشی تحفظ دینا، ان کی کفالت کرنا اور ان کا قرض ادا کرنا ایک اسلامی حکومت کی اہم ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اسلام نے یہ اصول واضح طور پر بیان فرمائے ہیں کہ برسرِ اقتدار طبقہ، زیرِ اقتدار طبقہ کی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ دار ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من ولاه الله عز وجل شيئا من أمور المسلمين فاحتجب دون حاجتهم وخلتهم وفقرهم احتجب الله دون حاجته وخلته وفقره[49]". "جسے اللہ تعالی نے مسلمانوں کے بعض امور کا نگران بنایا اور وہ ان کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو کر چھپ گیا تو اللہ تعالی بھی اس کی ضروریات اور فقر سے بے پرواہ ہو جائے گا"۔

دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ما من أمير يلي أمر المسلمين ثم لا يجهد لهم ولا ينصح إلا لم يدخل معهم الجنة[50]". جو امیر اپنی رعایا کے لیے کوشش اور خیر خواہی نہیں کرتا وہ ان کے ساتھ جنّت داخل نہیں ہو سکے گا۔

آپ کے بعد آپ کے دوسرے خلیفہ راشد کو اپنی رعایا کی فلاح وبہبود اور کفالت کا کتنا خیال تھا؟ اس کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"إني حريص على أن لا أرى حاجة إلا سددتها، ما اتسع بعضنا لبعض، فإذا عجز ذلك عنا تأسينا في عيشنا حتى نستوي في الكفاف، ولوددت أنكم علمتم من نفسي مثل الذي وقع فيها لكم، ولست معلمكم إلا بالعمل، إني والله لست بملك فأستعبدكم، ولكني عبد الله عرض علي الامانة، فإن أبيتها ورددتها عليكم واتبعتكم حتى تشبعوا في بيوتكم وترووا سعدت بكم، وإن أنا حملتها واستتبعتكم إلى بيتي شقيت بكم،

Al-Imam Abu Yousuf, Kitab ul Khiraj, Maa Umila bihi fi al-Sawad, No. 276, P. 47, Vol. 1.

48 -ابویوسف، كتاب الخراج، في الكنائس والبيع والصلبان، ج1، ص157

Al-Imam Abu Yousuf, Kitab ul Khiraj, fil Kanaes wal Biya wal Sulban, No. 309, P. 157, Vol. 1.

49 -ابوداود، سنن أبي داود، كتاب الخراج، باب فيما يلزم الإمام من أمر الرعية، ح:2948

Al-Imam Abu Dawood, Sunan Abi Dawood, Kitab ul Khiraj, Baab fi ma Yalzam al Imam min Amr al Rayeyya, Hadith No. 2984.

50 - مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الإمام العادل، ح:383

ففرحت قليلا وحزنت طويلا، فبقيت لا أقال ولا أرد فأستعتب[51]". "مجھے اس بات کی بڑی فکر رہتی ہے کہ جہاں بھی کوئی ضرورت دیکھوں اسے پورا کروں جب تک ہم سب مل کر اسے پورا کرنے کی گنجائش رکھتے ہوں۔اور جب ہمارے اندر اتنی گنجائش بھی نہ رہے تو وہ باہمی امداد کے ذریعے گزرِاوقات کریں گے یہاں تک کہ سب کا معیارِ زندگی برابر ہو جائے۔ کاش! تم جان سکتے کہ میرے دل میں تمہارا کتنا خیال ہے؟ لیکن میں یہ بات تمہیں عمل کے ذریعے ہی سمجھا سکتا ہوں خدا کی قسم! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بنا کے رکھوں، بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔ (حکمرانی کی) یہ امانت میرے سپرد کی گئی ہے، اب اگر میں اس کو ذاتی ملکیّت نہ سمجھوں بلکہ (تمہاری چیز سمجھ کر) تمہاری طرف واپس کر دوں اور تمہاری خدمت کے لیے تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھر میں سیر ہو کے کھاپی سکو تو میں تمہارے ذریعے فلاح پاؤں گا۔اور اگر میں اسے اپنا بنالوں اور تمہیں اپنے پیچھے چلنے اور (اپنے حقوق کے مطالبے کے لیے) اپنے گھر آنے پر مجبور کر دوں تو تمہارے ذریعے میرا انجام خراب ہو گا، کچھ عرصہ میں خوشی منالوں گا مگر عرصہ دراز تک آخرت میں غمگیں رہوں گا، میرا حال یہ ہو گا کہ نہ کوئی مجھ سے کچھ کہنے والا ہو گا، نہ کوئی میری بات کا جواب دے گا کہ میں اپنا عذر بیان کر کے معافی حاصل کر سکوں"۔

اس لیے حکومت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرے میں اس بات کی یقین دہانی کروائے کہ تمام افراد کی بنیادی ضروریات بآسانی پوری ہو رہی ہیں، بنیادی ضروریات کی کوئی ایسی تحدید نہیں کہ اس میں کمی بیشی نہ ہو سکے، ہر وہ ضرورت بنیادی ضرورت ہے جس کی تکمیل پر انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہو۔زمانہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ بنیادی ضروریات کی فہرست بھی بدلتی ہے۔علامہ ابن حزم بنیادی ضروریات میں روٹی، کپڑا اور مکان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فيقام لهم بما يأكلون من القوت الذي لا بد منه ومن اللباس للشتاء والصيف بمثل ذلك وبمسكن يكنّهم من المطر والصيف والشمس وعيون المارّة[52]".ان غرباء کے لیے ضروری غذا، گرمی وسردی کا لباس اور گھر کا انتظام کیا جائے گا تاکہ وہ بارش، گرمی، دھوپ، اور گزرنے والوں کی نظر سے چھپ سکیں۔

اسی طرح مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نقل کرتے ہیں:

ہر انسان کی ضروریاتِ زندگی میں تین چیزیں لازمی ہیں اور وہ تین چیزیں یہ ہیں: اول: کھانے پینے کی سہولت، دوسری: لباس کی سہولت، اس لیے کہ یہ دونوں چیزیں انسانی حیات کے لیے ضروری ہیں، اور تیسری: ازدواجی زندگی کی سہولت اس لیے کہ یہ بقاءِ نسل کے لیے ضروری چیز ہے[53]۔

Al-Imam Muslim bin al-Hajjaj, Sahih Muslim, Kitab ul Imarah, Bab Fazilah al-Imam al-Adil, No. 383.

[51] - عمادالدین بن کثیر، البداية والنهاية، (سعودیہ، دار هجر، 1417)، ج9، ص363

Imam ud din ibn Kathir, al-Bidaya wal Nihayah, Dar Hajr, 1st Edition, 1417H, P. 363, Vol. 9.

[52] - ابن حزم الظاہری، المحلی، ج6، ص156

Ibn Hazm al-Zahiri, al-Muhalla, No. 25, P. 156, Vol. 6.

[53] - حفظ الرحمن سیوہاروی، اسلام کا اقتصادی نظام، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1990)، ص:154

Hifz ur Rahman Sewharwi, Islam Ka Iqtesadi Nizam, Rahmaniah Lahore 1990, P. 154.

اسی طرح فقہ اسلامی میں نفقہ میں بھی تین چیزوں کو لازمی ٹھہرایا گیا ہے، علامہ کاسانی فرماتے ہیں: "ویجب علیه المأكل والمشرب والملبس والسكنى والرضاع إن كان رضيعا[54]". اور نفقے میں کھانا، پانی، لباس اور گھر شامل ہیں۔ اور اگر وہ دودھ پیتا بچہ ہو تو اس کے لیے دودھ کا انتظام بھی ضروری ہے۔ یہ بنیادی ضروریات وقت گزرنے سے بدلتے رہتے ہیں چنانچہ آج کل علاج اور تعلیم بھی بنیادی ضرورت بن گئی ہے، لہٰذا ان جیسی بنیادی ضروریات کی تکمیل حکومت کی ایک معاشی ذمہ داری ہے۔

(6) غریبوں کا مالداروں کے اموال میں حق:

اگر بیت المال میں روپیہ موجود تو ہو لیکن اتنا کم ہو جو شہریوں کی ضروریات کے لیے ناکافی ہو تو مالدار لوگوں کا اخلاقی فریضہ بنتا ہے کہ وہ صدقات واجبہ کی ادائیگی اور نفلی صدقات کے بعد بھی ملک کے کمزور طبقہ کی کفالت کریں، لیکن اس کی حیثیت فرض یا واجب کی نہیں بلکہ ایک نفلی اور اخلاقی فریضہ ہے جو نفلی صدقہ ہی کی ایک صورت ہے۔ علامہ ابن حزم، ظاہری نصوص کو مدِّ نظر رکھ کر مالداروں پر فقراء کی کفالت کو فرضِ عین قرار دیتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: کہ ہر شہر کے مالداروں پر فقراء کی کفالت فرض ہے اور بادشاہ ان کو اس پر مجبور کرے گا، اگر زکوٰۃ اور مسلمانوں کے دیگر مشترکہ اموال ان کے لیے کافی نہ ہوں تو ان کے لیے ضروری روزی، سردی اور گرمی کے کپڑے اور ایسے گھر کا انتظام کیا جائے جو ان کو بارش، گرمی، سورج، اور گزرنے والوں کی نظر سے بچا سکے۔ اپنے اس دعوی پر انہوں نے قرآن و حدیث اور دیگر نصوص سے قوی دلائل پیش کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے[55]۔

بعض دیگر علماء نے مثلاً موجودہ صدی کے مشہور فقیہ علامہ یوسف قرضاوی نے بھی اس موقف کی تائید کی ہے[56]۔

علامہ شمس الحق افغانی ابن حزم کا مذکورہ موقف ذکر کرتے ہوئے اس کو استحبابی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "اگر ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ عوام غربت و افلاس کا شکار ہوں تو افراد کے پاس اپنی ضرورت سے زائد جس قدر مال موجود ہو وہ قانون استحبابی کے تحت سب فقراء میں تقسیم ہو"۔

پھر ابن حزم کا نظریہ اور دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "بہر حال ابن حزم نے جو کچھ لکھا ان کے نزدیک یہ ایک جبری قانون ہے، لیکن اگر اس کو باہمی رضامندی اور جذبہ اخوت کے تحت رضاکارانہ طور پر عمل میں لایا جائے تو یہ معاشی خوشحالی کے لیے بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے"[57]۔

اسی طرح اگر حکومت ان تمام مراحل کے بعد ضرورت محسوس کرے اور معاشی تحفظ کے لیے ہنگامی ٹیکس نافذ کرے تو اس کی بھی چند شرائط کے ساتھ گنجائش ہے جس کی ادائیگی مالداروں پر لازم ہو گی جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

---

54 - علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2003)، ج 4، ص 38

Ala ud din al-Kasani, Badaye al Sanaye, Dar ul Kutub al Ilmiyyah Beirut, 2nd Edition 2003, P. 38, Vol. 4.

55 - ابن حزم الظاہری، المحلی، کتاب الزکاۃ، ج 6، ص 156

Ibn Hazm al Zahiri, al-Muhalla, Akhir Kitab al Zakat, No. 725, P. 156-158, Vol. 6.

56 - قرضاوی، مشكلة الفقر وكيف عالجها الإسلام، ص: 123-126.

Dr. Yousuf al-Qarzawi, Mushkila tul Faqr wa Kaifa Aalajaha al Islam, P. 123-126.

57 - شمس الحق افغانی، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، (پشاور: مکتبہ انوار القرآن، 1990)، ص: 90

Shams ul Haq Afghani, Sarmaya Darana awr IShtiraki Nizam ka Islami Muashi Nizam sy Muazana, Maktaba Anwar ul Quran Peshawar 1990, 3rd Chapter, Islam ka Itedali Nizam, P. 87-90.

خلاصہ بحث:

سابقہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ تکوینی مصالح کے پیش نظر لوگوں کے درمیان درجات معیشت میں تفاوت کو برقرار رکھا ہے، لیکن اس تفاوت کو حتی الامکان بڑھتے رہنے سے روکنے کے لیے اسلام نے کچھ اقدامات کر رکھے ہیں، جس سے اسلام کا مطمح نظر یہ ہے کہ اسلامی ریاست کے ہر شہری کو معاشی تحفظ حاصل ہو،اور فقر وافلاس اس کو غیر اخلاقی امور کی طرف راغب نہ کرے،اس کے لیے اسلام نے پہلی فرصت میں ہر شخص کو کام کرنے کی ترغیب دی ہے اور بیکار پڑے رہنے سے سختی کے ساتھ روکا ہے،اگر کوئی شخص کام نہیں کر سکتا یا اس کو کام کا موقع نہیں ملتا تو اس کا خرچہ قریبی صاحب استطاعت رشتہ داروں پر واجب کیا گیا ہے، تیسرے مرحلے میں زکوۃ اور واجبی صدقات سے اس کی ضروریات کی تکمیل کی کوشش کی گئی ہے،اس کے بعد نفلی صدقات کی باری آتی ہے،اور آخر میں سرکاری خزانے یہ بوجھ ڈالا گیا ہے کہ وہ وقتی طور پر ایسے لوگوں کے لیے آخری سہارا بنے۔ اگر سرکاری خزانے میں وسعت نہ ہو تو ابن حزم کی رائے کے مطابق معاشرے کے صاحب ثروت لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ واجبی صدقات کے بعد بھی ان لوگوں کے لیے سہارا بنیں، جب کہ دیگر فقہاء اس کو استحبابی امر قرار دیتے ہیں۔ ان تمام مراحل کے بعد بظاہر بہت ہی بعید ہے کہ کسی فرد کو معاشی تحفظ حاصل نہ ہو سکے۔